قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

منگل 06 اپریل 2021ء | 23 شعبان 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:82

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ
(فاطر : 29)

ترجمہ:۔ یقیناً اللہ کے بندوں میں سے اُس سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُطْلُبُواالْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ یعنی چھوٹی عمر سے لے کے، بچپنے سے لے کے آخری عمر تک جب تک قبر میں پہنچ جائے انسان علم حاصل کرتا رہے۔ تو یہ اہمیت ہے اسلام میں علم کی۔ پھر اس کی اہمیت کا اس سے بھی اندازہ لگا لیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم یا دعا پر سب سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا۔ اور آپؐ عمل کرتے تھے، اللہ تعالیٰ تو خود آپؐ کو علم سکھانے والا تھا اور قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب بھی آپ پر نازل فرمائی جس میں کائنات کے سربستہ اور چھپے ہوئے رازوں پر روشنی ڈالی جس کو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شاید سمجھ بھی نہ سکتا ہو۔ پھر گزشتہ تاریخ کا علم دیا، آئندہ کی پیش خبریوں سے اطلاع دی لیکن پھر بھی یہ دعا سکھائی کہ یہ دعا کرتے رہیں کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ بہرحال ہر انسان کی استعداد کے مطابق علم سیکھنے کا دائرہ ہے اور اس دعا کی قبولیت کا دائرہ ہے۔ وہ راز جو آج سے پندرہ سو سال پہلے قرآن کریم نے بتائے آج تحقیق کے بعد دنیا کے علم میں آ رہے ہیں۔ یہ باتیں جو آج انسان کے علم میں آ رہی ہیں اس محنت اور شوق اور تحقیق اور لگن کی وجہ سے آ رہی ہیں جو انسان نے کی۔

آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیئے گئے ہیں۔ اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا۔ تو اس کے لئے کوشش اور علم حاصل کرنے کا شوق اور دعا کہ اے میرے اللہ! اے میرے رب! میرے علم کو بڑھا، بہت ضروری ہے۔ گھر بیٹھے یہ سب علوم و معارف نہیں مل جائیں گے۔ اور پھر اس کے لئے کوئی عمر کی شرط بھی نہیں ہے۔ تو سب سے پہلے تو قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کے لئے، دینی علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بے بہا خزانے بقیہ صفحہ 8 پر

فرمانِ رسول ﷺ

علم انبیاء کا ورثہ ہے

حضرت کثیر ابن قیسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے شہر مدینہ منورہ سے آپ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی حدیث سننے کی غرض سے آیا ہوں۔ آپ کے پاس آنے کی اس کے علاوہ اور کوئی غرض نہیں ہے۔ (یہ سن کر) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جو آدمی علم حاصل کرنے کے لئے سفر اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے۔ فرشتے طالب علم سے راضی ہوتے ہوئے اس کے لئے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں۔۔۔ اور عابد پر عالم کو ایسی ہی فضیلت ہے جیسے کہ چودھویں کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے اور علماء، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔۔۔ انبیاء کا ورثہ علم ہے لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے کامل حصہ پایا۔

(سنن ابوداؤد کتاب العلم باب الحث علی طلب العلم)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

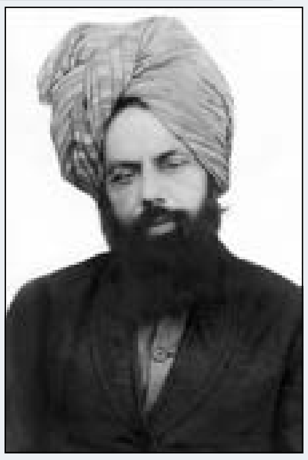

علوم جدیدہ کی تحصیل

مَیں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ اُن کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس اسلام سے بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کا پڑھنا ہی جائز نہیں۔ اُن کی رُوح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔ مگر وہ سچا فلسفہ اُن کو نہیں ملا جو الہام الٰہی سے پیدا ہوتا ہے جو قرآن کریم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے وہ ان کو اور صرف اُنہی کو دیا جاتا ہے جو نہایت تذلّل اور نیستی سے اپنے تئیں اور اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پھینک دیتے ہیں۔ جن کے دل اور دماغ سے متکبّرانہ خیالات کا تعفّن نکل جاتا ہے اور جو اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے گِڑ گڑا کر سچی عبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔

علوم جدیدہ کو اسلام کے تابع کریں

پس ضرورت ہے کہ آج کل دین کی خدمت اور اعلائے کلمتہ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو۔ لیکن مجھے یہ بھی تجربہ ہے جو بطور انتباہ بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جو لوگ ان علوم ہی میں یکطرفہ پڑ گئے اور ایسے محو اور منہمک ہوئے کہ کسی اہل دل اور اہل ذکر کے پاس بیٹھنے کا ان کو موقعہ نہ ملا اور خود اپنے اندر الٰہی نور نہ رکھتے تھے وہ عموماً ٹھوکر کھا گئے اور اسلام سے دُور جا پڑے۔ اور بجائے اس کے کہ ان علوم کو اسلام کے تابع کرتے اُلٹا اسلام کو علوم کے ماتحت کرنے کی بے سود کوشش کر کے اپنے زعم میں دینی اور قومی خدمات کے متکفّل بن گئے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کرسکتا ہے یعنی دینی خدمات وہی بجا لا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 43 ۔ ایڈیشن 1988)

اس شمارہ میں

- مرا نالہ اس کے قدموں کے غبار تک تو پہنچے (منظوم)
- امتحان میں پاس ہونے کے گُر
- سیرالیون میں صدسالہ جشن تشکر کی تقریبات
- کتنا بدل گیا ہے ’’لاہور‘‘

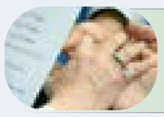

دربارِ خلافت

پس اس کا ایک ہی حل ہے کہ پہلے مسیح موعودؑ کو مانیں اور پھر آپ علیہ السلام کے بعد آپؑ کی جاری خلافت کو مانیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

اگر ہم نے ترقی کرنی ہے تو ہمیں اپنی صحیح قدروں کی پہچان کرنی ہو گی۔ اب آج کل کی صورتِ حال کس قدر فکر انگیز ہے۔ کہاں تو مومن کو یہ حکم ہے کہ مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم بھی یہ فرماتا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (الحجرات:11) کہ مومن تو بھائی بھائی ہیں۔ لیکن بعض ملکوں میں مثلاً مصر سے بھی اور دوسرے ملکوں سے بھی یہ خبریں آئی ہیں کہ حکومت نے قانونی اختیار کے تحت عوام کے خلاف جو کارروائی کی ہے وہ تو کی ہے لیکن اسی پر بس نہیں بلکہ عوام کو بھی آپس میں لڑایا گیا ہے۔ جو حکومت کے حق میں تھے اُنہیں اسلحہ دیا گیا۔ گویا رعایا، رعایا سے لڑی اور اُس میں حکومت نے کردار ادا کیا۔ مسلمان ملک اگر جمہوری طرزِ حکومت اپنانے کا اعلان کرتے ہیں تو پھر جب تک عوام کسی قسم کے پُرتشدد احتجاج کا اظہار نہیں کرتے، اُس وقت تک حکومت کو بھی برداشت کرنا چاہئے۔ لیکن خبروں کے مطابق تو ایسا ردّ عمل احتجاج پر بھی حکومتوں کی طرف سے ظاہر ہوا ہے جس نے سینکڑوں جانیں لے لی ہیں۔ تو ایک طرف تو مغرب کی نقل میں جمہوریت کا نعرہ ہے اور دوسری طرف برداشت بالکل نہیں ہے اور پھر مُستزاد یہ کہ مسلمان مسلمان پر ظلم کر رہا ہے۔ اگر جمہوریت کی نقل کرنی ہے تو پھر برداشت بھی پیدا کرنی چاہئے۔ اسلامی ممالک کی تنظیم کو جو کردار ادا کرنا چاہئے تھا وہ بھی انہوں نے نہیں کیا۔ کوئی اصلاح کی کوشش نہیں ہوئی۔ یہ سب کچھ گزشتہ چند ہفتوں میں مصر، تیونس یا لیبیا وغیرہ دوسرے ملکوں میں ہوا یا ہو رہا ہے۔ یا جو کچھ ایک لمبے عرصے سے شدت پسندوں کے ہاتھوں افغانستان اور پاکستان میں ہو رہا ہے، یہ سب عالمِ اسلام کی بدنامی کا باعث ہے۔ یہ سب اُس بھائی چارے کی نفی ہو رہی ہے جس کا مسلمانوں کو حکم ہے کہ بھائی چارہ پیدا کرو۔ یہ سب اس لئے ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ ’’اس وقت تقویٰ بالکل اُٹھ گیا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 22 مطبوعہ ربوہ)

پس اس وقت اسلام کی ساکھ قائم کرنے کے لئے، ملکوں میں امن پیدا کرنے کے لئے، عوام الناس اور اربابِ حکومت و اقتدار میں امن کی فضا پیدا کرنے کے لئے تقویٰ کی ضرورت ہے جس کی طرف کوئی بھی توجہ دینے کو تیار نہیں۔ توجہ کی صرف ایک صورت ہے کہ توبہ اور استغفار کرتے ہوئے ہر فریق خدا تعالیٰ کے آگے جھکے۔ تقویٰ کے راستے کی تلاش کرے۔ یہ دیکھے کہ جب ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم:42) یعنی خشکی اور تری میں فساد کی سی صورت حال پیدا ہو جائے تو کس چیز کی تلاش کرنی چاہئے۔ قرآنِ کریم میں بھی اُس کا حل لکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس بات کو خوب کھول کر بیان فرمایا ہے کہ اس فساد کو دور کرنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ ہے اس زمانے میں آپؐ کے مسیح و مہدی کو قبول کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچانا۔ جب تک اس طرف توجہ نہیں کریں گے، دنیاوی لالچ بڑھتے جائیں گے۔ اصلاح کے لئے راستے بجائے روشن ہونے کے اندھیرے ہوتے چلے جائیں گے۔ اس کے علاوہ اب اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ تقویٰ کا حصول خدا تعالیٰ سے تعلق کے ذریعے سے ہی ملنا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے تعلق اُس اصول کے تحت ملے گا جس کی رہنمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی، اللہ تعالیٰ نے فرما دی۔

گزشتہ دنوں کسی نے مجھے ایک website سے ایک پرنٹ نکال کر بھیجا جو انگلش میں تھا، جس میں حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کوئی مسلمان تنظیم ہے، اُن کی طرف سے یہ توجہ دلائی گئی تھی کہ اس صورتِ حال کا جو آج اسلامی ملکوں میں پیدا ہو رہی ہے، مستقل حل کیا ہے؟

وہ لکھتا ہے، (مختصراً بیان کر دیتا ہوں۔ مصر اور تیونس کی انہوں نے مثال لی ہے) کہتے ہیں کہ پوری دنیا کے مسلمان مصر اور تیونس کے بھائی بہنوں کی اپنے ممالک کے ظالم حکمرانوں کے خلاف جدّوجہدِ آزادی دیکھ کر بہت خوش ہیں (یہ ترجمہ مَیں نے کیا ہے اُس کا)۔ ہم اِن واقعات پر چند خیالات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ تو پہلی بات اُس نے یہ لکھی کہ یہ بات واضح ہو گئی ہے اور ہم سب اس کے گواہ ہیں کہ اس وقت اسلام کو ضرورت ہے کہ ظالم حکمرانوں کے خلاف آواز اٹھائی جائے۔ مصر اور تیونس کے واقعات نے دنیا کو بتا دیا کہ بدعنوان حکمرانوں کو ہٹایا جا سکتا ہے۔

پھر آگے مغربی میڈیا پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اسلام کے خلاف ایسی اصطلاحات استعمال کرتا ہے جس سے اسلام ایک خوفناک مذہب کے طور پر دکھائی دیتا ہے۔ لکھتا ہے کہ حالانکہ یہ لوگ نظامِ خلافت کو قبول کرنے کو تیار نہیں جس سے قرآن و حدیث کے تحت نظامِ زندگی کا تصور دیا جاتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اسلامی طرزِ زندگی سے بددل کرنے کا یہ پروپیگنڈہ ہم گزشتہ دس سال سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ حملہ پردہ، قرآنِ مجید (یعنی بُرقعہ اور قرآنِ مجید)

بقیہ صفحہ 8 پر

مرا نالہ اس کے قدموں کے غبار تک تو پہنچے

کبھی اذن ہو تو عاشق درِ یار تک تو پہنچے
یہ ذرا سی اک نگارش ہے ، نگار تک تو پہنچے

دلِ بے قرار قابو سے نکل چکا ہے، یا ربّ
یہ نگاہ رکھ کہ پاگل سَرِدار تک تو پہنچے

جو گلاب کے کٹوروں میں شرابِ ناب بھر دے
وہ نسیمِ آہ ، پھولوں کے نکھار تک تو پہنچے

کچھ عجب نہیں کہ کانٹوں کو بھی پھول پھل عطا ہوں
مری چاہ کی حلاوت رگِ خار تک تو پہنچے

یہ محبتوں کا لشکر جو کرے گا فتحِ خیبر
ذرا تیرے بغض و نفرت کے حصار تک تو پہنچے

مجھے تیری ہی قسم ہے کہ دوبارہ جی اُٹھوں گا
ترا نفخِ رُوح میرے دلِ زار تک تو پہنچے

جو نہیں شمار ان میں تو غرابِ پر شکستہ
ترے پاک صاف بگلوں کی قطار تک تو پہنچے

تری بے حساب بخشِش کی گلی گلی ندِا دوں
یہ نوید تیرے چاکر گنہگار تک تو پہنچے

یہ شجر خزاں رسیدہ ہے مجھے عزیز یا ربّ
یہ اک اور وصلِ تازہ کی بہار تک تو پہنچے

جنہیں اپنی حبلِ جاں میں نہ ملا سراغ تیرا
وہ خود اپنی ہی انا کے بتِ نار تک تو پہنچے

کسے فکرِ عاقبت ہے ، انہیں بس یہی بہت ہے
کہ رہینِ مرگ ’داتا‘ کے مزار تک تو پہنچے

ہے عوام کے گناہوں کا بھی بوجھ اس پہ بھاری
یہ خبر کسی طریقے سے حمار تک تو پہنچے

یہ خبر ہے گرم یاربّ کہ سوار خواہد آمد
کروں نقدِ جاں نچھاور ، مرے دار تک تو پہنچے

وہ جواں برق پا ہے ، وہ جمیل و دلربا ہے
مرا نالہ اس کے قدموں کے غبار تک تو پہنچے

جلسہ سالانہ یو کے ۱۹۹۲ء

کلام طاہر ایڈیشن 2004 صفحہ 71-73

تبرکات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

امتحان میں پاس ہونے کے گُر

اکثر اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ طالب علم محنت کر کے امتحان کیلئے مقررہ کتابیں تو تیار کر لیتے ہیں لیکن امتحان دینے کے طریق اور فن کو نہیں جانتے۔ اس کی وجہ سے بہت سے طالب علم باوجود تیاری کے امتحانوں میں فیل ہو جاتے ہیں۔ یا کم از کم اتنے نمبر حاصل نہیں کر سکتے جو انہیں تیاری کے لحاظ سے حاصل کرنے چاہئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امتحان پاس کرنا یا امتحان میں اعلیٰ نمبر لینا صرف علمی تیاری پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے لئے چند زائد باتیں بھی درکار ہیں جن کا خیال رکھا جانا ضروری ہے۔ دراصل جو باتیں امتحان پاس کرنے یا اعلیٰ نمبر حاصل کرنے میں مدو معاون ہیں ان میں سے بعض کے لحاظ سے امتحان دینے والے کی مثال ایک دکان دار کی سی ہے۔ اگر ایک دکان دار کے پاس مال تو بہت ہے لیکن اس نے اپنے مال کو دوکان میں کسی اچھی ترتیب سے نہیں رکھا اور نہ ہی اس کی صفائی کا خیال کیا ہے بلکہ اس کا مال ایک انبار کی صورت میں بے ترتیبی اور ابتری کے ساتھ گرد و غبار کے ساتھ ڈھکا ہوا ادھر اُدھر پڑا ہے تو ایسا مال کبھی بھی خریدار کو خوش کرنے اور دکان میں کشش پیدا کرنے کا باعث نہیں ہو گا۔ لیکن اگر خواہ مال تھوڑا ہو مگر وہ ایک ترتیب کے ساتھ سجا کر دکان میں رکھا جائے اور ہر چیز صاف اور ستھری صورت میں رکھی ہو تو باوجود وہ مال کے کم ہونے کے ایسی دکان گاہک کی خوشی اور کشش کا باعث ہو گی۔

اسی طرح امتحان دینے والے طالب علم کا حال ہے اگر ایک امیدوار نے اپنے پرچے میں علم تو بہت بھر دیا ہے لیکن اس کے جوابات کا انداز ٹھیک نہیں، پرچے میں کوئی مؤثر ترتیب نہیں، صفائی کا خیال نہیں، خط خراب ہے، سطریں ٹیڑھی ہیں، حاشیہ اچھا نہیں چھوڑا گیا اور دوسری ضروری باتوں کا خیال نہیں رکھا گیا تو باوجود اس کے کہ ایسے پرچے میں بہت کچھ علم ٹھونس دیا گیا ہو تو وہ ممتحن کے دل پر اچھا اثر نہیں پیدا کرے گا۔ لیکن دوسری طرف اگر ایک طالب علم کے جوابوں کا انداز اچھا ہے اس نے ترتیب کا خیال رکھا ہے، صفائی کی طرف توجہ دی ہے، اور خط صاف ہے اور سطریں سیدھی لکھی ہیں، حاشیہ اچھا چھوڑا ہے اور دوسری ضروری باتوں کا بھی خیال رکھا ہے تو باوجود علم کی کمی کے ممتحن اس کے پرچے کو دیکھ کر خوشی محسوس کرے گا۔

خلاصہ یہ کہ گو اصل چیز تو علم ہی ہے اور امتحان پاس کرنے کے لئے طالب علموں کے واسطے سب سے ضروری چیز علمی تیاری ہے لیکن وہ زائد باتیں جن سے امتحان پاس کرنے اور اچھے نمبر حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اور ان سے ممتحن کی طبیعت پر اچھا اثر ڈالا جا سکتا ہے۔ انہیں بھی ضرور مدنظر رکھنا چاہئے۔ تجربہ کاروں کا اندازہ ہے کہ امتحانات میں اگر 75 فیصدی علمی تیاری کا اثر ہوتا ہے تو 25 فیصدی ان زائد باتوں کا بھی ضرور اثر ہوتا ہے۔ اس لئے کسی سمجھدار طالب علم کو ان کی طرف سے غفلت نہیں برتنی چاہئے۔ اس مختصر نوٹ کے بعد ذیل میں وہ باتیں درج کی جاتی ہیں۔ جو گویا امتحان پاس کرنے کے لئے بطور گُر کے ہیں اور امیدواروں کو چاہئے کہ انہیں مدنظر رکھ کر فائدہ اٹھائیں۔

(1) طالب علموں کو چاہئے کہ اخلاقی اور دینی لحاظ سے اپنے آپ کو بہت اچھی حالت میں رکھیں اور کسی ایسی بات کی طرف قطعاً توجہ نہ دیں۔ جو ان کے اخلاق یا دین پر کسی طرح برا اثر ڈالنے والی ہو اور نیکی پر قائم رہتے ہوئے خدا سے دعائیں کرتے رہیں کہ وہ ان کا معین و مددگار ہو۔ امتحان کے کمرہ میں جا کر بھی پرچہ شروع کرنے سے پہلے ضرور دعا کر لیا کریں۔ دعا کرنے سے خدائی مدد کے علاوہ انسان کے دل میں تقویت اور امید پیدا ہوتی ہے اور کم ہمتی اور مایوسی پاس نہیں آتی۔

(2) امتحان کے قریب اور امتحان کے دنوں میں طالب علموں کو چاہئے کہ اپنی صحت کا خاص خیال رکھیں۔ کچھ نہ کچھ وقت ورزش اور تفریح کے لئے ضرور نکالیں۔ اور نیند کو اتنا کم نہ کریں کہ وہ صحت یا دماغی حالت پر خراب اثر ڈالے۔ امتحان کے دنوں میں طالب علموں کو خصوصاً اپنی پوری نیند سونا چاہئے تا کہ امتحان کے کمرہ میں بے خوابی کی وجہ سے سردرد یا سستی یا تھکان یا نیند وغیرہ کا غلبہ نہ پیدا ہو۔ اور دماغ پوری طرح صاف اور ہوشیار رہے۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ امتحان کے دنوں میں اپنی خوراک کو بہت ہلکا رکھا جائے اور کوئی ثقیل غذا یا دیر سے ہضم ہونے والی چیز ہرگز استعمال نہ کی جائے اور معدہ کو ایسی حالت میں رکھنا چاہئے کہ نہ تو اسہال کی صورت کہ امتحان کے کمرہ میں ہی رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہونے لگے۔ اور نہ ہی قبض کی صورت ہو جو گرانی اور سردرد وغیرہ کا باعث ہوتی ہے غرض امتحان کے دنوں میں ہر طرح اپنی صحت کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور جن طالب علموں کو اس سے کسی تکلیف کا اندیشہ نہ ہو۔ انہیں چاہئے کہ امتحان کے ایام میں صبح اٹھ کر غسل بھی کر لیا کریں کیونکہ نہانے سے بدن میں چستی اور نشاط کی حالت پیدا ہوتی ہے۔

(3) یونیورسٹی کی طرف سے جو رول نمبر ہر امیدوار کو ملتا ہے اسے حفاظت کے ساتھ اپنے پاس رکھیں اور اس پر جو ہدایت درج ہوں انہیں اچھی طرح پڑھ کر سمجھ لیں اور ان پر عمل کریں اور امتحان میں جاتے وقت رول نمبر کا پرچہ اپنے ساتھ لیتے جاویں۔

(4) اگر ممکن ہو تو امتحان سے ایک دن پہلے یا کم از کم کچھ وقت پہلے امتحان کے کمرہ میں جا کر اپنی سیٹ کو دیکھ لینا چاہئے تا کہ عین وقت پر تلاش کرنے سے طبیعت میں گھبراہٹ نہ پیدا ہو۔ نیز اگر سیٹ میں کسی قسم کا نقص ہو تو افسر کو بروقت توجہ دلا کر اس کی اصلاح کی جا سکے۔

(5) ہمیشہ وقت مقررہ سے کچھ وقت پہلے امتحان کے کمرہ میں پہنچ جانا چاہئے اور امتحان کے دنوں میں حتی الوسع اپنے پاس گھڑی رکھنی چاہئے تا کہ وقت کا اندازہ رہے۔ دیر کر کے پہنچنے سے بعض اوقات امتحان سے رہ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور بہرحال وقت کا ضائع جانا اور گھبراہٹ کا پیدا ہونا تو یقینی ہے۔

(6) امتحان کے کمرہ میں داخل ہونے سے پہلے اپنی جیبوں وغیرہ کو اچھی طرح دیکھ کر اس بات کا اطمینان کر لینا چاہئے کہ کوئی کتاب

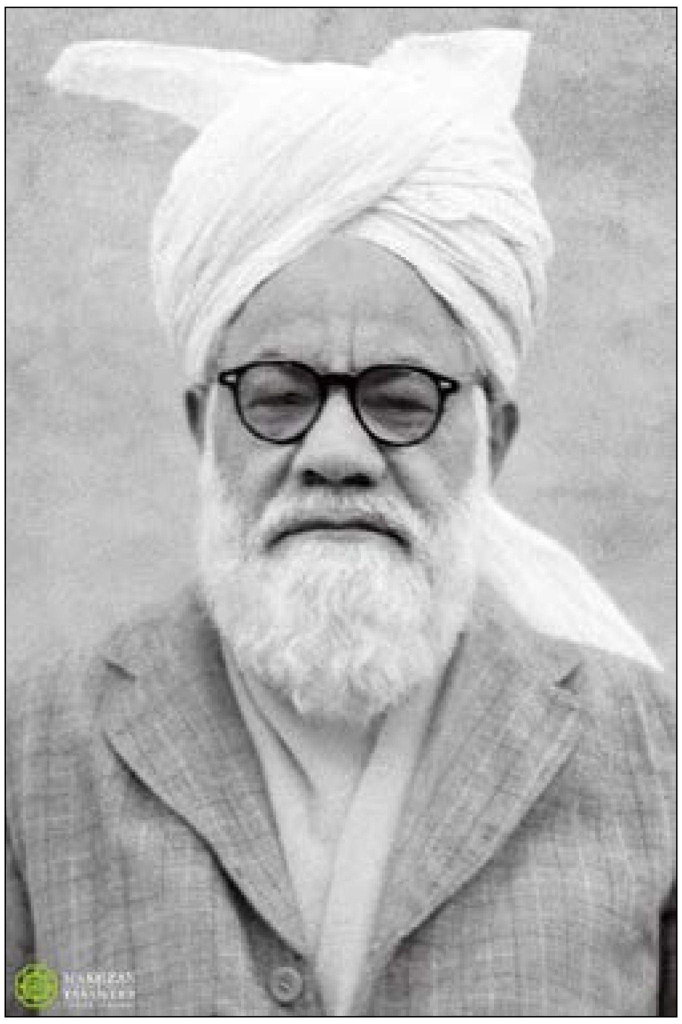

یا نوٹ بک یا کاپی یا امتحان کے مضمون سے تعلق رکھنے والا کوئی کاغذ تمہارے پاس نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسی چیز تمہارے پاس ہو تو اسے باہر ہی چھوڑ آنا چاہئے۔ یا امتحان کے سپرنٹنڈنٹ یا سپروائزر کے پاس رکھ دینا چاہئے بعض اوقات غلطی سے کوئی قابل اعتراض چیز ساتھ چلی جاتی ہے اور پھر افسران کے نوٹس میں آنے پر امیدوار مجرم قرار پاتا ہے۔

(7) ہر امیدوار کو چاہئے کہ امتحان کیلئے جن چیزوں کا انتظام امیدوار پر چھوڑا گیا ہے وہ اچھی صورت میں مہیا کر کے امتحان کے کمرہ میں اپنے ساتھ لیتے جاویں عموماً دو عمدہ ہولڈر، ایک سیسہ کی پنسل، ایک سرخ اور نیلی پنسل، ایک چاقو اور ربڑ کا ٹکڑا، اور سامانِ نقشی اپنے ساتھ لے جانا چاہئے ان کے علاوہ اگر کسی طالب علم کو اپنی عادت کے مطابق کسی اور چیز کی ضرورت محسوس ہو اور قواعد کی رو سے اس کا ساتھ لے جانا منع نہ ہو تو وہ بھی ساتھ رکھی جا سکتی ہے۔ ہولڈروں کے نب ایسے ہونے چاہئیں جو پہلے سے کسی قدر استعمال کر کے رواں کر لئے جائیں نیز ڈرائینگ، جیومیٹری، سائنس، جغرافیہ، تاریخ وغیرہ کے پرچوں میں طالب علموں کو چاہئے کہ اپنے ساتھ نقشہ کشی کا ضروری سامان لیتے جائیں اور جملہ شکلیں اور نقشے پوری احتیاط اور صفائی کے ساتھ تیار کریں۔ سلائی اور سوزنی وغیرہ کے عملی امتحانوں میں بھی ضروری سامان ساتھ رکھنا چاہئے۔

(8) دوران امتحان میں اگر کسی طالب علم کو کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو اسے چاہئے کہ اپنی جگہ کھڑا ہو کر منتظمین سے اپنی ضرورت بیان کر کے اپنی مطلوبہ چیز حاصل کر لے۔ کسی صورت میں امتحان کے وقت کسی دوسرے امیدوار کے ساتھ کوئی بات چیت نہیں کرنی چاہئے۔

(9) بعض امیدوار امتحان کے کمرہ میں جا کر اور سوپروائزروں اور ممتحنوں کے اجنبی چہروں کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں۔ جس کا اثر لازماً ان کے امتحان پر پڑتا ہے۔ یہ گھبراہٹ دراصل اعصابی کمزوری یا اجنبیت یا بزدلی کا نتیجہ ہوتی ہے مگر کوشش سے دور کی جا سکتی ہے۔ طالب علموں کو چاہئے کہ پورے عزم کے ساتھ اس قسم کی گھبراہٹ کا مقابلہ کیا کریں اور اسے کبھی بھی اپنے دل پر غالب نہ ہونے دیں۔

بلکہ اپنے اندر جرأت اور خود اعتمادی پیدا کریں۔ اور یقین رکھیں کہ وہ لوگ جو ان کے سامنے ہیں وہ ان کے دوست ہیں نہ کہ دشمن۔ اگر بالفرض وہ دشمن بھی ہیں تو ایسے دشمن ہیں جو مفتوح ہونے کے لئے ان کے سامنے لائے گئے ہیں۔

(10) جو کاپیاں جواب کیلئے دی جاتی ہیں انہیں جوابات شروع کرنے سے پہلے دیکھ لینا چاہئے کہ وہ پھٹی ہوئی اور خراب نہ ہوں اگر وہ خراب ہوں تو انہیں اسی وقت بدلوا لینا چاہئے اور کاپی کے اوپر جو ہدایات لکھی ہوئی ہوں ان کو اچھی طرح پڑھ کر سمجھ لینا چاہئے۔ اور ان کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ کاپی میں جو جگہ رول نمبر اور مضمون وغیرہ درج کرنے کیلئے مقرر ہے اس میں شروع میں ہی ضروری اندراجات کر لینے چاہئیں اور کاپیاں واپس دینے سے پہلے انہیں آپس میں اچھی طرح نتھی کر لینا چاہئے۔

جب سوالات کا پرچہ تقسیم کیا جائے تو اسے دعا کرنے کے بعد پڑھنا چاہئے۔ اور جواب شروع کرنے سے پہلے سوالات کا سارا پرچہ احتیاط سے پڑھ لینا چاہئے۔ اور پرچے کے شروع یا آخر یا درمیان میں اگر کوئی ہدایات درج ہوں تو انہیں بھی احتیاط کے ساتھ دیکھ لینا چاہئے۔ بعض اوقات یہ ہدایت درج ہوتی ہے کہ اتنے سوالوں میں سے صرف اتنے کرو یا یہ کہ سوالات کے فلاں فلاں حصوں کے جوابات الگ الگ کاپیوں میں لکھو وغیرہ وغیرہ۔ مگر بعض اوقات طالب علم ان ہدایات کو اچھی طرح نہیں پڑھتے اور نقصان اٹھاتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ سوالات کے پرچے میں ایک صفحہ ختم کر کے دوسری طرف بھی سوالات لکھے ہوئے ہوتے ہیں مگر طالب علم غلطی سے صفحہ الٹا کر نہیں دیکھتے۔ اور جو سوالات پہلے صفحہ پر درج ہوتے ہیں انہی کے جواب لکھ کر امتحان سے اٹھ آتے ہیں۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ پس امیدواروں کو چاہئے کہ پرچہ سوالات کو الٹ پلٹ کر اچھی طرح تسلی کر لیا کریں کہ کوئی سوال رہ تو نہیں گیا۔

(12) اگر سوالات کا پرچہ دیکھنے سے تمہیں وہ مشکل معلوم ہو اور تم سمجھو کہ تم اسے حل نہیں کر سکتے تو پھر بھی ہرگز نہ گھبراؤ کیونکہ گھبرانے سے مشکل میں زیادتی ہو گی نہ کہ کمی۔ اور دماغ اور بھی پریشان ہو جائے گا۔ بلکہ چاہئے کہ کوشش کر کے اپنی حالت میں سکون اور اطمینان کی حالت پیدا کرو اور پھر دوبارہ سہ بارہ پرچہ کو غور سے دیکھو اور اسے سمجھنے کی کوشش کرو اور اپنی طبیعت کو اس طرف لگاؤ کہ تم کوشش کر کے پرچے کو یقیناً حل کر سکو گے۔ اس طرح تمہاری گھبراہٹ دور ہو گی اور جو پرچہ شروع میں مشکل نظر آتا ہے وہ سب کا سب یا اس کے بہت سے حصے تمہارے لئے آسان ہو جائیں گے۔ کسی پرچہ کے متعلق یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ایسا مشکل ہے کہ تم اسے حل نہیں کر سکتے۔ بلکہ دلیری اور جرات کے ساتھ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ تم اگر کوشش کرو گے تو خدا کی مدد سے پرچے کو آسانی کے ساتھ حل کر سکو گے۔ یہ خیال تمہارے اندر ایک غیر معمولی ہمت پیدا کر دے گا اور تمہارے دماغ کی بند کھڑکیاں کھل جائیں گی۔ اور تم دیکھو گے کہ جو چیز مشکل نظر آتی تھی وہ اب آسان ہو گئی ہے۔ اگر زیادہ گھبراہٹ ہو تو دو چار منٹ کیلئے پرچے کو ہاتھ سے رکھ دو اور آنکھیں بند کر کے خدا سے دعا کرو کہ وہ تمہیں سکون اور ہمت عطا کرے۔ اور جب دل ذرا ٹھہر جائے تو پھر دوبارہ پرچے کو اٹھا کر اس نیت سے پڑھو کہ اس دفعہ وہ تمہارے لئے مشکل نہیں رہے گا۔ غرض ہر جہت سے اپنی طبیعت میں اطمینان اور ہمت اور امید کو قائم رکھو اور گھبراہٹ کو اپنے پاس تک نہ پھٹکنے دو۔

(13) امتحان کے لئے تیاری کرتے ہوئے اور امتحان دیتے وقت کبھی یہ خیال نہ کرو کہ تم نے صرف امتحان پاس کرنا ہے اور بس۔ بلکہ یہ نیت رکھو کہ تم نے اعلیٰ نمبروں پر امتحان پاس کرنا ہے۔ اس سے تمہاری ہمت میں بلندی پیدا ہو گی اور تمہارے جوابوں کا معیار اونچا ہو جائے گا۔ امتحان کے کمرے میں آخر وقت تک یہ کوشش جاری رکھو کہ تمہارے جوابات کے وہ حصے جو بہتر بنائے جا سکیں وہ اپنی انتہائی حد تک بہتر بنا دیئے جائیں تا کہ تم زیادہ سے زیادہ نمبر حاصل کر سکو۔ نیت کا اثر انسان کے اعمال پر پڑتا ہے۔ جو طالب علم صرف پاس ہونے کی نیت رکھتا ہے وہ کبھی بھی اچھے نمبر نہیں لے سکتا۔ بلکہ بسا اوقات ایسا طالب علم فیل ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی ذرا سی غلطی اسے اس کے معیار سے نیچے گرا دیتی ہے۔ لیکن جو امیدوار اعلیٰ نمبر لینے کا ارادہ رکھتا ہے اور اسی نیت سے اپنے جوابات لکھتا ہے وہ اگر کسی نقص کی وجہ سے اعلیٰ نمبر نہیں بھی لے سکتا تو کم از کم پاس ضرور ہو جاتا ہے۔ پس پرچہ کرتے وقت ہمیشہ یہ نیت رکھو اور اسی کے مطابق کوشش کرو۔ کہ تم نے زیادہ سے زیادہ نمبر حاصل کرنے ہیں۔

(14) جوابات کاپی کے صرف ایک طرف لکھنے چاہئیں اور دوسری طرف کو خالی چھوڑ دینا چاہئے۔ البتہ دوسری طرف سیسہ کی پنسل سے رف کام کیا جا سکتا ہے جو بعد میں پنسل سے چرفی کا نشان دے کر کاٹ دینا چاہئے۔ کاپی کے سیدھے طرف کافی حاشیہ چھوڑنا چاہئے جو کسی صورت میں صفحہ کی چوڑائی کے چہارم حصہ سے کم نہیں ہونا چاہئے۔ اسی طرح ہر صفحہ کے اوپر اور نیچے کچھ جگہ خالی چھوڑ دینی چاہئے اور بالکل کنارے تک صفحہ کو نہیں بھر دینا چاہئے۔ اچھا حاشیہ چھوڑنے اور اوپر اور نیچے جگہ خالی رکھنے سے تمہاری تحریر بہت خوبصورت نظر آئے گی اور ممتحن کے دل پر اچھا اثر پڑے گا۔

(15) جوابات دینے میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ اسی ترتیب کو مدنظر رکھا جائے جو سوالات کے پرچے میں رکھی گئی ہے۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ پہلے ان سوالات کو کیا جائے جو امیدوار کو اچھی طرح آتے ہوں۔ البتہ جو سوال کیا جائے اس کے مقابل پر حاشیہ میں اس سوال کا نمبر درج کر دینا چاہئے۔ مگر بہرحال پہلے وہ سوال کرنے چاہئیں جو طالب علم کو اچھی طرح آتے ہوں۔ اس طرح ایک تو شروع میں ہی ممتحن کے دل پر اچھا اثر پڑے گا اور گویا تمہاری دکان کا ماتھا سج جائے گا اور دوسرے ابتداء میں ہی مشکل سوال میں پڑ جانے سے طالب علم کا قیمتی وقت ضائع نہیں ہو گا اور نہ ہی طبیعت میں گھبراہٹ پیدا ہو گی۔ ورنہ بعض اوقات شروع میں ہی مشکل سوالوں کو ہاتھ ڈال دینے سے اور پھر ان کو اچھی طرح حل نہ کر سکنے سے امیدوار ایسا گھبرا جاتا ہے کہ جو سوال اسے اچھی طرح آتے ہیں وہ بھی غلط ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس یہ نہایت ضروری ہے کہ سب سے پہلے ان سوالوں کو کیا جائے جو آسان ہوں اور طالب علم آسانی کے ساتھ ان کا جواب دے سکتا ہو۔ البتہ جب ایسے سوالات کر لئے جائیں تو پھر بقیہ سوالات کی طرف توجہ دے کر انہیں بھی حتی الوسع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر وقت ہو تو کسی سوال کو بھی مشکل سمجھ کر چھوڑ نہیں دینا چاہئے۔ بسا اوقات ایک سوال جو شروع میں مشکل نظر آتا ہے وہ سوچنے اور غور کرنے سے آسان ہو جاتا ہے۔ اور اگر ایک سوال سارا نہ آتا ہو تو جتنا آتا ہو اتنا ہی کر دینا چاہئے۔ لیکن بہرحال پہلے ان سوالوں کو کرنا چاہئے جو اچھی طرح آتے ہوں۔

(16) ہر سوال کا جواب شروع کرنے سے پہلے سوال کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا اصل منشاء کیا ہے اور طالب علم سے کیا پوچھا گیا ہے۔ بعض اوقات طالب علم بغیر سوال کو اچھی طرح سمجھنے کے اس کا جواب دینا شروع کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سوال کچھ اور ہوتا ہے اور جواب کچھ اور۔ بغیر سوال کو سمجھنے کے کبھی جواب دینے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

(17) حتی الوسع ایک صفحہ پر ایک ہی سوال کرنا چاہئے اور اگر کسی سوال کا جواب اس قدر مختصر ہو کہ وہ صفحہ کی تھوڑی سی جگہ لے کر ختم ہو جائے تو صفحہ کے نیچے یا کونے میں سرخ یا نیلی پنسل سے نمایاں کر کے ’’پی۔ ٹی۔ او‘‘ یا ’’آگے دیکھیں‘‘ کے الفاظ لکھ دینے چاہئیں تا کہ ممتحن اسی جگہ پرچہ کو ختم نہ سمجھ لے۔

(18) جواب لکھتے ہوئے سوال کی عبارت کو درج کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ صرف حاشیہ میں سوال کا نمبر درج کر دینا کافی ہوتا ہے۔ اگر ایک سوال کے کئی حصے ہوں تو حاشیہ میں حصہ کا نمبر بھی درج کر دینا چاہئے۔ سوال کی عبارت کو جواب کے ساتھ درج کرنا نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ اس سے مفت میں طالب علم کا وقت ضائع ہوتا ہے اور یہ طرز دیکھنے میں بھی کچھ اچھی نہیں لگتی۔ البتہ اگر کوئی سوال ایسا ہو کہ کسی وجہ سے اسے جواب میں دہرانا ضروری ہو تو پھر اسے درج کرنا چاہئے۔

(19) سوالات کا جواب بالعموم مختصر اور ضروری حد تک محدود رہنا چاہئے۔ سوائے اس کے کسی سوال کا جواب تفصیل اور تشریح کے ساتھ دیا جانا ضروری ہو۔ غیر متعلق باتیں لکھنا اور فضول طور پر جواب کو لمبا کر دینا وقت کو ضائع کرتا اور ممتحن کے دل پر بُرا اثر پیدا کرتا ہے۔

(20) بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ امیدوار کسی سوال کا جواب معین طور پر نہیں دے سکتا لیکن صحیح جواب سے ملتا جلتا جواب دے سکتا ہے اور جو بات پوچھی گئی ہے اس کا ایک مبہم اور منتشر مگر اصولی طور پر درست جواب اس کے ذہن میں ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں امیدوار کو اس سوال سے ڈر کر اسے ترک نہیں کر دینا چاہئے بلکہ جس حد تک بھی وہ جواب دے سکتا ہے اسے درج کر دینا چاہئے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ایسا سوال پرچہ کے آخر میں درج کیا جائے۔ اسی طرح بعض اوقات ترجمہ وغیرہ میں امیدوار کو کسی لفظ یا عبارت کا صحیح ترجمہ یاد نہیں ہوتا یا نہیں آتا مگر سیاق و سباق سے وہ اس کا مفہوم سمجھ لیتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی اس حصہ کو چھوڑ نہیں دینا چاہئے بلکہ ایسے لفظ یا عبارت کے مفہوم کو اپنے لفظوں میں ادا کر دینا چاہئے۔ مگر یہ بات ایسے رنگ میں ہرگز نہیں ہونی چاہئے کہ ممتحن کو یہ خیال پیدا ہو کہ گویا اسے دھوکہ دیا جا رہا ہے۔

(21) جوابات میں حتی الوسع صاف اور سلیس اور شستہ عبارت لکھنی چاہئے اور مشکل اور غیر معروف الفاظ اور پیچدار فقرات سے حتی الوسع پرہیز کرنا چاہئے۔ سادہ الفاظ مشکل الفاظ کی نسبت بہت زیادہ

بہتر ہوتے ہیں اور ان میں غلطی کا امکان بھی کم ہوتا ہے۔ جو امیدوار مشکل اور غیر معروف الفاظ اور پیچدار بندشوں کے عادی ہوتے ہیں ان کی تحریر میں یقیناً دوسروں کی نسبت بہت زیادہ غلطیاں ہوتی ہیں اور ایک سمجھدار ممتحن کبھی بھی ایسی تحریر کو صاف اور شستہ تحریر پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ البتہ جن امیدواروں کو زبان پر کسی حد تک قدرت حاصل ہو ان کے لئے حسب موقع اور حسب ضرورت اپنی تحریر میں زور اور بلندی پیدا کرنے کے لئے مناسب طریق اختیار کرنا مفید ہوسکتا ہے۔ مگر یہ ہر ایک کا کام نہیں ہے اور مبتدیوں کو بہرحال اس کوشش سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(22) جواب دینے میں اس بات کو خاص طور پر ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ہر سوال کی اہمیت اور اس کے نمبروں کے مطابق اسے وقت دیا جائے اور ایسا نہ ہو کہ تھوڑے تھوڑے نمبروں والے سوالات پر لمبے لمبے اور غیر ضروری جوابات لکھ کر وقت کو ضائع کیا جائے۔ بلکہ ہر سوال کی اہمیت کے لحاظ سے اسے وقت دینا چاہئے۔ اکثر طالب علم پرچہ کے لمبا ہونے اور وقت کے کم ہونے کی شکایت کیا کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات یہ شکایت درست بھی ہوتی ہے لیکن اکثر صورتوں میں امیدواروں ہی کی غلطی ہوتی ہے کہ وہ مختلف سوالات کی اہمیت کا اندازہ نہیں کرتے اور غیر ضروری اور لاتعلق باتوں میں پڑ کر اپنے جوابات کو فضول طور پر لمبا کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر ہر سوال کی اہمیت کا اندازہ کر کے وقت کو تقسیم کیا جائے تو عموماً پرچہ وقت کے اندر اندر ختم کیا جا سکتا ہے۔

(23) جوابات لکھتے ہوئے پرچے کی ظاہری صفائی کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ ممتحن کے دل پر اس کا بہت اثر پڑتا ہے۔ خط صاف ہو اور آسانی کے ساتھ پڑھا جائے۔ سطریں سیدھی ہوں۔ سطروں کے درمیان فاصلہ کم نہ ہو۔ پرچہ پر کسی قسم کا داغ اور دھبہ نہ پڑنے دیا جائے اور اگر کوئی حصہ کاٹا جائے تو وہ ایسے طور پر کاٹا جائے کہ پرچہ بدنما اور ناصاف نہ نظر آوے۔ پرچہ کی ظاہری خوبصورتی نہایت ہی ضروری اور اہم ہے جس کی طرف سے کبھی غفلت نہیں ہونی چاہئے۔ پرچہ کی خوبصورتی کو اس طرح بھی بڑھایا جا سکتا ہے کہ سوالوں کے نمبروں کے اوپر حاشیہ میں سرخ پنسل سے خط کھینچ دیا جائے اور اسی طرح جوابوں کے نمبروں پر اور دوسری جگہوں پر سرخ پنسل کا خط کھینچ دیا جائے۔ اس طرح پرچہ میں ایک قسم کی رنگینی اور خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ الغرض خط کی عمدگی اور پرچے کی ظاہری صفائی اور خوبصورتی بڑی ضروری چیزیں ہیں اور ان کا پورا پورا خیال رکھنا چاہئے۔

(24) ہر سوال کا جواب ختم کرنے کے بعد اسے احتیاط کے ساتھ دہرا لینا چاہئے تا کہ کسی قسم کی غلطی نہ رہ جائے اور پھر آخر میں ایک یا دو دفعہ سارے پرچے کی مجموعی نظر ثانی بھی کر لینی چاہئے اور یہ نظر ثانی پوری احتیاط سے ہونی چاہئے۔ تا کہ اگر کوئی غلطی یا نقص رہ گیا ہو تو اسے درست کیا جا سکے۔ نظر ثانی نہایت ضروری ہے حتیٰ کہ خواہ اس کی وجہ سے کوئی چھوٹا موٹا سوال ترک کرنا پڑے مگر نظر ثانی بہرحال ہونی چاہئے۔ گھڑی دیکھ کر وقت کے آخر میں نظر ثانی کے لئے مناسب وقت الگ کر دینا چاہیے۔ جو طالب علم نظر ثانی نہیں کرتے وہ سخت نقصان اٹھاتے ہیں اور کئی غلطیاں جو نظر ثانی سے نکل سکتی ہیں ان کے پرچوں میں رہ جاتی ہیں۔ نظر ثانی کرتے وقت اس بات کے متعلق بھی تسلی کر لینی چاہئے کہ کوئی سوال یا اس کا کوئی حصہ جواب سے رہ نہ گیا ہو۔

(25) اکثر طالب علموں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ جلدی جلدی جوابات لکھ کر وقت سے بہت پہلے ہی کمرے سے نکل جاتے ہیں۔ یہ ایک بڑی نادانی کی بات ہے۔ آخر وقت تک بیٹھے رہنا چاہئے۔ اگر پرچہ بظاہر چھوٹا نظر آتا ہے تو یہ نہ سمجھو کہ ممتحن کا یہ منشاء ہے کہ بجائے تین گھنٹے کے صرف ڈیڑھ یا دو گھنٹے میں پرچہ ختم کر کے اٹھ جاؤ۔ بلکہ یقین رکھو کہ ممتحن تم سے زیادہ عقلمند ہے۔ اور اس نے جو سوالات دئے ہیں وہ وقت مقررہ کے مطابق دئے ہیں۔ پس تمہیں چاہئے کہ اس صورت میں جوابات کو تفصیل اور تشریح کے ساتھ لکھو اور پورا وقت لے کر اٹھو۔ اور اگر شروع میں کوئی سوال مشکل سمجھ کر چھوڑ دیا تھا تو بقیہ وقت میں اسے سوچتے رہو۔ سوچنے سے عموماً مشکل سوال بھی حل ہو جاتا ہے اور اگر سارے سوالات کر بھی لئے ہوں تو پھر بھی وقت سے پہلے اٹھ جانا دانشمندی نہیں ہے۔ بلکہ اس صورت میں بار بار نظر ثانی کر کے اپنے جوابات کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہو تا کہ زیادہ سے زیادہ نمبر ملیں۔

(26) پرچے میں کسی طرح اپنا یا اپنے سکول کا نام ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔ اسی طرح کوئی بات ایسی نہیں لکھنی چاہئے جس سے امیدوار کی قوم اور مذہب کا پتہ چل سکے۔ بعض اوقات طالب علم زبان دانی کے پرچوں میں خط کے نیچے اپنا یا اپنے سکول کا نام لکھ دیتے ہیں۔ یا اپنے کسی ہم قوم یا ہم مذہب شخص یا دوست کو نام لے کر مخاطب کر لیتے ہیں۔ یا کسی اور طرح اپنی قومیت اور مذہب کا اظہار کر دیتے ہیں۔ یہ سب باتیں خلاف قاعدہ اور نقصان دہ ہیں۔

(27) امتحان میں کسی قسم کا ناجائز ذریعہ استعمال کرنا شرافت اور اخلاق اور مذہب اور قانون کے بالکل خلاف ہے۔ اور جو امیدوار ایسا کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو اور اپنے خاندان کو اور اپنی قوم کو اور اپنی درسگاہ کے نام کو ایک ایسا داغ لگا دیتے ہیں جو پھر کبھی دھل نہیں سکتا۔ دیانت داری شریف انسان کا بہترین زیور ہے۔ اسے کسی غرض وغایت اور کسی قیمت پر بھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ ناجائز مدد دینا بھی ایسا ہی برا ہے جیسے ناجائز مدد لینا۔

(28) مندرجہ ذیل ہدایت کو گو امتحان پاس کرنے سے براہ راست تعلق نہیں ہے لیکن امیدواروں کے فائدہ کے لئے یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ کامیابی اور ناکامی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ عام حالات میں جو طالب علم محنت کرتے ہیں اور صحیح طریق پر محنت کرتے ہیں اور امتحان بھی صحیح طریق پر دیتے ہیں وہ خدا کے فضل سے کامیاب ہوتے ہیں اور وہی امیدوار فیل ہوتے ہیں جن کی تیاری یا امتحان دینے کے طریق میں کوئی نقص ہوتا ہے۔ لیکن بہرحال یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر خدانخواستہ ناکامی کی صورت ہو تو اس پر مایوس ہوکر بیٹھ نہیں جانا چاہئے اور نہ ہی بزدلوں کی طرح مایوسی کی حالت میں کسی لغو حرکت کی طرف مائل ہو جانا چاہئے۔ کئی ناکامیاں انسان کی آئندہ ترقی کا باعث بن جاتی ہیں۔ پس اگر تم کسی امتحان میں فیل ہو جاؤ تو اس ناکامی کو جواں مردوں کی طرح برداشت کرو۔ اور گو ایسے موقع پر صدمہ ہونا ایک طبعی امر ہے اور صدمہ نہ ہونا عموماً بے غیرتی کی علامت ہے لیکن اس صدمہ سے مایوسی میں پڑنے کی بجائے آئندہ زیادہ محنت کر کے فائدہ اٹھاؤ۔ اور اپنے خاندان اور قوم اور ملک کے لئے اچھا نمونہ قائم کرو۔

(مشکوٰۃ فروری 2001ء)

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ، اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِیْ دِیْنِیْ، وَدُنْیَایَ، وَأَھْلِیْ، وَمَالِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَآمِنْ رَوْعَاتِیْ، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ، وَمِنْ خَلْفِیْ، وَعَنْ یَمِیْنِیْ، وَعَنْ شِمَالِیْ، وَمِنْ فَوْقِیْ، وَأَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ

(ابوداؤد کتَابُ النَّوْمِ بَابُ مَا یَقُوْلُ إِذَا أَصْبَحَ حدیث: ۵۰۷۴)

ترجمہ: ”اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت (ہر طرح کے آرام اور راحت) کا طلب گار ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے معافی اور عافیت کا طلب گار ہوں اپنے دین و دنیا میں اور اپنے اہل و مال میں۔ اے اللہ! میرے عیب چھپا دے۔ مجھے میرے اندیشوں اور خوفوں سے امن عنایت فرما۔ یا اللہ! میرے آگے، میرے پیچھے، میرے دائیں، میرے بائیں اور میرے اوپر سے میری حفاظت فرما۔ اور میں تیری عظمت کے ذریعے سے اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نیچے سے کسی مخفی مصیبت کا شکار ہوں۔“

یہ سید و مولیٰ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی حفاظت الٰہی کے حصول اور دنیا و آخرت میں عافیت کی پیاری اور افضل دعا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزانہ صبح شام کچھ دعائیہ کلمات ضرور پڑھتے تھے۔ یہ دعا بھی ان کلمات میں شامل ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ دعا کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اگر تم چاہتے ہو کہ خیریت سے رہو اور تمہارے گھروں میں امن رہے تو مناسب ہے کہ دعائیں بہت کرو۔ اور اپنے گھروں کو دعاؤں سے پُر کرو۔ جس گھر میں ہمیشہ دعا ہوتی ہے خدا تعالیٰ اسے برباد نہیں کیا کرتا۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 309)

اے قادر و توانا! آفات سے بچانا — اقبال کو بڑھانا اب فضل لے کے آنا
ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا — ہر رنج سے بچانا دکھ درد سے چھڑانا
غیروں سے دل غنی ہے جب سے ہے تجھ کو جانا — خود میرے کام کرنا یارب نہ آزمانا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

مرسلہ: مریم رحمٰن

سیرالیون میں صدسالہ جشن تشکر کی تقریبات (23مارچ 1989ء)

ابن منور

جماعت احمدیہ عالمگیر کی تاریخ میں 23مارچ 1989ء کا دن ایک بہت یادگار اورعظیم الشان دن تھا۔اس دن جماعت کو قائم ہوئے ایک سو سال کا عرصہ مکمل ہوا تھا۔

اس دن کو پوری شان وشوکت،جوش وجذبہ اور والہانہ انداز میں منانے کی غرض سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر 1989ء سے 16 سال قبل ہی اعلان فرمادیا تھا۔اور اسے ’’صد سالہ جشن تشکر‘‘کا نام عطاء فرمایا۔اس اعلان کے ساتھ ہی ساری جماعت کو ’’حمد وعزم‘‘ کا موٹو اور نصب العین عطاء کیا۔’’حمد‘‘ کرتے ہوئے سوسال کے دوران اللہ تعالیٰ کے افضال و برکات فتوحات اور کامیابیوں کےحصول پر اورعزم آئندہ آنے والی صدی میں پورے زور،ولولہ اور عزم وہمت وجرات وبہادری سے داخل ہونے کے مصمم ارادہ کے ساتھ۔

ان تقریبات کے لئے صد سالہ جشن تشکر فنڈ کا بھی حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا جو’’جوبلی فنڈ‘‘کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ساری دنیا کی طرح 23مارچ 1989ء کا بابرکت دن اور اس کے بعد کے چند ایام سیرالیون میں یادگار طور پرمنائے گئے۔خدا تعالیٰ کے فضل سے خاکسار بھی ان ایام میں روکوپر کے قصبہ میں احمدیہ سیکنڈری سکول کے پرنسپل اور روکوپر ریجن کے مبلغ کے طور پر خدمت سرانجام دینے کی توفیق پارہا تھا۔(سیرالیون میں میرا قیام یکم نومبر 1975ء سے 22جون 1990ء تک رہا۔)

سیرالیون میں صد سالہ جشن تشکر کی تقریبات کا مختصر ذکر اس جگہ کرنا مقصود ہے۔

23مارچ 1989ء کو نماز تہجد سے دن کا آغاز ہوا۔ہر جماعت میں باجماعت نمازِ تہجد ادا کی گئی۔نمازِفجر کے بعد بکرے کی قربانی دی گئی۔مارچ پاسٹ اور جلسے ہوئے جبکہ بعض احباب نے اس دن روزہ بھی رکھا۔

فری ٹاؤن

جماعت احمدیہ کا مرکزی مشن ہاؤس سیرالیون کے دارالحکومت میں ہے اس لئے یہاں تقریبات پوری شان اورخوشی وخوش اسلوبی سے منائی گئیں۔

23مارچ کی شام کو احمدیہ سیکنڈری سکول فری ٹاؤن میں ’یوم مسیح موعودؑ‘کے حوالہ سے بہت بڑا جلسہ عام ہوا۔ برادرم عبدالسلام ظافر صاحب اور خاکسار نے تقاریر کیں مولانا خلیل احمد مبشر صاحب امیرو مشنری انچارج نے صدارت فرمائی اور اختتامی کلمات کہے۔

اس موقعہ پر 7ہزار افراد کے لئے کھانا تیار کیا گیا تھا جس کے لیے ایک گائے کی قربانی کی گئی۔

سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس جشن کے موقعہ پر قیدیوں کو بھی اچھا کھانا کھلایا جائے۔چنانچہ اسکی بھی تعمیل ہوئی اور اسیران کو بھی ہم نے اپنی خوشیوں میں شامل کیا۔

یادگاری ٹکٹ

سیرالیون کے محکمہ ڈاک خانہ نے اس یادگارموقع کی مناسبت سے ایک ڈاک کا ٹکٹ بھی جاری کیاجس پر جماعت احمدیہ کی پہلی صدی مکمل ہونے کا ذکر تھا۔

جس دن اس ٹکٹ کی فروخت کا ڈاکخانہ والوں کی طرف سے آغاز کیا گیا اس دن سارا فری ٹاؤن شہرنعرہ ہائے تکبیر اور درودوسلام کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ احمدیہ سیکنڈری سکول، پرائمری سکول اور سٹاف کے علاوہ جماعت احمدیہ فری ٹاؤن اور پاکستان سے گئے خدمت پر مامور واقفین نے پوری Pump and Showسے شہر کی سڑکوں پر مارچ پاسٹ کیا۔سکول کا Bandاورطلباء کے چاک و چوبند دستہ نے بھی بھر پور حصہ لیا اورسب شرکاء نے اظہارتشکر کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔

جب یہ ہجوم مرکزی ڈاک خانہ پہنچا تو ایک دلکش باوقار تقریب ڈاکخانہ کے ہال میں منعقد ہوئی مولانا خلیل احمد مبشرصاحب اس سارے قافلہ کے سالار تھے۔اور اس روز احمدیت کی شان و شوکت ایک نئے روپ میں جلوہ گرتھی۔ہر چہرہ خوشی سے دمک رہا تھااور دل اللہ تعالیٰ کی تعریف سے لبریز تھے۔الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اس یادگاری ٹکٹ کی مالیت 3لیون تھی۔اور خاکسار نے 600لیون میں 200 ٹکٹ خریدے اورساری دنیا میں اپنے عزیز واقارب کوبھجوائے اور خط وکتابت میں بھی استعمال کئے۔

پاکستان آکر ایک ٹکٹ مکرم فضیل احمدعیاض صاحب ایڈیٹرماہنامہ تشحیذ الاذھان کو بھی تحفہ کے طور پر پیش کیا جو انہوں نے رسالہ تشحیذ الاذھان میں شائع بھی کیا۔

یہ تقریب آٹھ جون 1989ء کومنعقد ہوئی اور سارے سیرالیون میں خدمت بجا لانے والے مرکزی واقفین (مبلغین،ڈاکٹر صاحبان،اساتذہ کرام)کی اکثریت اس دن فری ٹاؤن میں تھی۔مکرم مولانا خلیل مبشر صاحب امیرومشنری انچارج نے بطور خاص بہترین کھانے کا انتظام کروایا تھا۔فجزاہ اللہ خیراً۔

روکوپر

ان دونوں خاکسار روکوپر میں احمدیہ سیکنڈری سکول کا پرنسپل اور روکوپر ریجن کا مبلغ بھی تھا۔روکوپر میں بھی یہ جشن ہم نے دل وجان سے منایا۔نمازِتہجد سے دن کا آغاز ہواجو خاکسار نے پڑھائی۔نمازِ فجر کے بعد ایک بکرا قربان کیا گیا جو اس وقت روکوپر جماعت کے نائب صدر مکرم ایل ایم بنگورا صاحب نے اپنی طرف سے تحفہ کے طور پر پیش کیا تھا۔

جب ذرادن چڑھا تو احمدیہ سیکنڈری سکول کے طلباء،اساتذہ اور جماعت کے احباب نے روکوپر کی مرکزی سڑک پر مارچ پاسٹ کیا۔طلباء نے Bannersبھی اٹھائے ہوئے تھے۔جس پرنمایاں طور پرلکھا ہوا تھا:

Ahmadiyyat is True Islam,

Islam means Peace,The Promised

Messiah has Come,Imam Mehdi has come,

Today Ahmadiyya is100 Years Old

اس سڑک کا اختتام Wharf پر ہوتا ہے جو سمندر کے کنارے تک جاتی ہے۔

روکوپر میں چاول پر تحقیق کرنے والا ایک ادارہ Rice Research Station بھی ہے۔اس ادارہ میں ہمارے احمدی مرد و خواتین بھی ملازمت کرتے ہیں۔خاکسار نے وقت سے پہلے RRS کے Directorسے ملکرگزارش کی تھی کہ 23مارچ کو ہماری تقریباتِ صد سالہ جوبلی ہونی ہیں۔ لہٰذا آپ احمدی ملازمین کو اس دن کام سے رخصت دے دیں تا کہ وہ بھی شامل ہوسکیں۔موصوف نے تعاون کیا اور احمدی ملازمین کو ہمارے پروگراموں میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔اللہ ان کا بھلا کرے اور اس وقت وہ جہاں بھی ہیں اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں۔

جوبلی سپورٹس

ہمارے سکول میں ہر سال کھیلوں کا انعقاد کیا جاتا تھا لیکن 1989ء کی سالانہ کھیلوں کا نام ہم نے ’’جوبلی سپورٹس‘‘رکھا اور گذشتہ سالوں سے بڑھ کر سجاوٹ اور مہمان نوازی کا انتظام کیا۔محترم امیر صاحب ہمارے مہمان خصوصی تھے۔

چراغاں

روکوپر کی احمدیہ مسجد اور احمدیوں کے گھروں پر چراغاں کا بھی انتظام تھا۔مٹی کے تیل کے ساتھ مٹی کی تھالیوں میں روئی کی مدد سے چراغاں کیا گیا۔

الحاج نذیر احمد علی سٹریٹ

روکوپر کا قصبہ Megbema Chiefdomمیں ہے اور جہاں کا پیراماؤنٹ چیف Kambiaکے ضلعی مقام پر رہتا ہے۔ ان دنوں جو Paramount Chiefتھے ان کا سرکاری نام P.C Bai Farmatass Bubu Angbak IIIتھا۔خاکسار نے Kambiaجاکر ان سے ملاقات کی اور بتایا کہ 23مارچ کو احمدیت ایک سوسال کی ہوجائے گی اورفری ٹاؤن کے بعد روکوپر میں سب سے پہلے احمدیت کا پودا لگا۔اور اس مناسبت سے میری خواہش ہے کہ آپ ہماری صدسالہ تقریبات کے موقعہ پر روکوپر کی کسی ایک سڑک کا نام ہمارے پہلے مبلغ الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحب کے نام پر’’الحاج نذیراحمدعلی سٹریٹ‘‘رکھ دیں۔الحمدللہ موصوف نے یہ درخواست قبول کرلی اور 23مارچ کو ہمارے مارچ پاسٹ میں شامل ہوئے اورRibbon کاٹ کر ایک سڑک کانام حضرت مولانا نذیر احمدعلی صاحب کے نام پر رکھا۔

موصوف فیتہ کاٹنے کے بعد جلوس کے سربراہ کے طور پر آگے آگے چلے جارہے تھے اورٹمنی زبان میں اعلان کرتے جاتے تھے کہ آج سے یہ سڑک ’’الحاج نذیراحمد علی سٹریٹ‘‘ہے۔

Daru دارو

Daruسیرالیون کی فوج کی چھاؤنی ہے جہاں فوج کے سپاہیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد مقیم ہے۔23مارچ کی مناسبت نے یہاں کی فوج نے ہمارے اس وقت کے مبلغ محترم یونس خالد صاحب کو باقاعدہ سلامی دی اور سیرالیون میں جماعت احمدیہ کی بھر پور خدمات کا کھل کر اعتراف کیا۔

1921ء سے جماعت احمدیہ سیرالیون اسلام کے پرچار کے ساتھ ساتھ سکولوں اور طبی اداروں کے ذریعہ اس ملک میں خدمت بجا لارہی ہے۔Daruمیں فوج کی ہمارے مبلغ کوسلامی اورمارچ پاسٹ ان خدمات کے اعتراف کا ایک خوبصورت اظہار تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے فی الوقت میدانِ عمل میں موجود واقفین کو اولین سے بڑھکر خدمات بجالانے کی سعادت اورشرف عطاء کرے اور ان کی سعی میں بہت برکت اور کامیابیاں عطاء فرمائے۔آمین

منور علی شاہد (جرمنی)

کتنا بدل گیا ہے ’’لاہور‘‘

بلاشبہ لاہور ایک ایسا شہر ہے جہاں دیکھنے اور کھانے کو اتنا کچھ ہے کہ آپ سوچ نہیں سکتے بس جیب بہت بھاری ہونی چاہیے ۔ اتوار اور چھٹی والے دن تگڑا ناشتہ اور دوپہر و شام کے مزیدار کھانے آپ کے منتظر ہوتے ہیں ، جی ہاں ، حلوہ پوری، نان چھولے، بونگ پائے، سری پائے ،نہاری، دہی کی لسی، مرغ چنے، چکڑ چھولے ، حلیم نان، چنے انڈہ، بریانی، کڑاہی گوشت، باربی کیو کے ساتھ ساتھ فاسٹ فوڈ بھی مل سکتا ہے، لاہور میں کسی بھی طرف نکل جائیں یہ سب سوغاتیں آپ کو مل جائیں گی لیکن اگر ساتھ تفریح بھی کرنی ہے تو پھر لذیذ کھانوں کے مخصوص مقامات پر چلے جائیں ، جیسا کہ لکشمی چوک، ایم ایم عالم روڈ گلبرگ، اندرون لاہور بھاٹی گیٹ، فوڈ سٹریٹ گوالمنڈی، پرانی انار کلی، بیڈن روڈ ، یہ سبھی کھانوں کے مشہور مرکز ہیں جہاں کھانوں کی بھینی بھینی خوشبو اور مہک ہرطرف پھیلی ہوتی ہے ۔ دیکھنے کو ہرطرح کی عمارتیں اور تاریخی مقامات اس قدر لاہور میں ہیں کہ ان کو دیکھنے کے لئے کئی دن درکار ہیں ان میں قدیم، تاریخی اور جدید مقامات اور عمارتیں شامل ہیں ، ایک حسین مرقع اور امتزاج ہے ۔ ان میں شاہی قلعہ ، بادشاہی مسجد ،عجائب گھر، مینار پاکستان ،شالامار باغ، نور جہان کا مقبرہ وغیرہ اور مال روڈ پر واقع دیگر اہم تاریخی عمارتیں شامل ہیں۔خوبصورت پارکوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ اورنج ٹرین کے اجراء نے لاہور کو مکمل طور پر بدل ڈالا ہے، جدید لاہور نے پرانے لاہور کو نگل لیا ہے۔ اندرون لاہور کی حالت زار یقیناً مؤرخین اور تاریخ دانوں کو دعوتِ فکر دیتی ہے۔ کبھی مال روڈ سمیت لاہور کی سڑکوں پر تانگوں کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سننے کو ملا کرتی تھیں اور اکّا دکّا موٹر کار اور سائیکل سوار نظر آیا کرتا تھا، ایک وقت تھا کہ لاہور کی سڑکوں کی دلکشی ڈبل ڈیکر بسیں ہوا کرتی تھیں لیکن اب یہ مناظر پرانی تصاویر میں ہی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اکیسویں صدی کی دوسری دہائی میں لاہور ایک نئے دور میں داخل ہو چکا ہے، اور آج گاڑیوں کے ہارنوں اور انجنوں کے شور نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے ۔ اب یہاں اوور برج، انڈر پاسوں اور فلائی اوورں کی بہتات ہو چکی ہے ۔ اوپر نیچے، دائیں ، بائیں ہرطرف ٹریفک ہی ٹریفک دکھائی دیتی ہے ۔موٹر سائیکلوں ، چمکتی قیمتی کاروں اور دیگر ٹرانسپورٹ کا رش سڑکوں پر ہروقت دکھائی دیتا ہے ،لاہور پاکستان کا دوسرا اور دنیا کا اٹھارواں بڑا شہر ہے۔ یہ شہر زندہ دلان لاہور کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ اس کو ’’کالجوں کا شہر‘‘، ’’پھولوں کا شہر‘‘، ’’پارکوں کا شہر‘‘، ’’داتا کی نگری‘‘ اور پاکستان کا دل بھی کہا جاتا ہے۔ لاہور کے بارے میں کچھ کہاوتیں بھی مشہور ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ ’’ست دن تے اٹھ میلے، گھر جاواں کیہڑے ویلے‘‘ اور دوسری یہ کہ ’’جنے لاہور نہیں ویکھیا، او جمیا ای نئیں‘‘ دریائے راوی کے کنارے آباد ’’لاہور‘‘۔ نوجوان نسل اور اوورسیز شاید نہیں جانتے کہ آج کے لاہور کے اندر بھی ایک لاہور موجود ہے اور حقیقت میں وہی اصلی لاہور ہے ۔ اس اندرون لاہور کو ’’پرانا لاہور‘‘ بھی کہتے ہیں ۔ اس گمنام شدہ پرانے لاہور کے آثار آج بھی موجود ہیں ، پرانی حویلیاں ، پرانے دروازے ، پرانے گھر، پرانے وقتوں کی ایسی یادگاریں ہیں جن کو دیکھ کر انسان صدیوں سال پیچھے چلا جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ اس کے نام بھی ہر زمانہ میں بدلتے رہے ہیں۔ تاریخ کی کتب میں جو نام درج ہیں ان میں لھور، لہانور، لوہاور، لوھور، لوھاوُر، لاوھور، لاھاور، لانہور، لھاوار شامل ہیں ۔ لاہور کے نام کی طرح اس کی تاریخ بھی بہت پرانی اور قدیم ہے صدیاں گزرجانے کے بعد بھی آج بھی اس کا شمار دنیا کے اہم شہروں میں ہوتا ہے ۔ 630 عیسوی میں چین کے ایک باشندے نے ہندوستان جاتے ہوئے لاہور کا ذکر اپنی تحریر میں کیا تھا۔یہیں سے اس شہر کے قدیم۔ ہونے کا پتہ چلتا ہے ۔ علامہ احمد بن یحیٰ بن جابر بلازی کی کتاب ’’فتوح البلدان‘‘ میں لاہور کا ذکر ملتا ہے جس میں 664 عیسوی کے اہم واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ لاہورشہر کی تاریخ کو اگر چند سطروں میں لکھا جائے تو کچھ یوں لکھا جائے گا۔تاریخ کی کتب کے مطابق رام کے بیٹے ’’لوہ‘‘ نے شہر لاہور کی بنیاد رکھی اور یہاں ایک قلعہ تعمیر کرایا، دسویں صدی تک یہ شہر ہندوؤں راجاؤں کے زیر تسلط رہا۔ 11ویں صدی میں سلطان محمود غزنوی نے پنجاب فتح کیا تو ایاز کو لاہور کا گورنر مقرر کیا۔ 1186 میں شہاب الدین غوری نے لاہور پر قبضہ کرلیا ۔ 1290 میں خلجی خاندان، 1320 میں تغلق خاندان، 1414 میں سید خاندان اور 1451 میں لودھی خاندان کے قبضے میں رہا۔ظہیرالدین بابر نے 1526 میں ابراہیم لودھی کو شکست دی اور برصغیر میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔

لاہور شہر اپنے اندر ماضی کے حکمرانوں کے عروج و زوال کو سموئے ہوئے ہے۔ ہر دور میں یہ شہر حکمران وقت کی توجہ اور حکومت کا مرکز رہا ہے اور صوبے کا صدر مقام رہا ہے ۔ لاہور کی بربادی اور آبادکاری کی داستان جہاں بہت طویل ہے وہیں سبق آموز بھی ہے۔ بیرونی حملہ آوروں نے یہاں کے باسیوں کو لوٹا اور اجاڑا۔ بالآخر مغلیہ دور جب آیا تو انہوں نے انہی حملوں سے بچانے اور اس کو خوبصورت بنانے کا فیصلہ کیا، یوں لاہور کے گرد پہلی بار نہ صرف مضبوط بلند فصیل قائم کی گئی جس کی بلندی 30 فٹ تھی جو سکھوں کے دور میں کم ہوکر 15,20 فٹ کی رہ گئی تھی ۔ اس کے داخلی اور خارجی راستوں کے لئے 12دروازے بھی تعمیر کئے گئے تھے، 1 چھوٹا دروازہ بھی الگ تعمیر کیا گیا تھا، یہ سب نقش و کنندہ کاری کے سبب خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے ۔ ان دروازوں کو باقاعدہ نام دیئے گئے تھے۔ ان میں 1دہلی دروازہ، 2 اکبری دروازہ، 3 موتی دروازہ، 4شاہ عالمی دروازہ، 5لوہاری دروازہ، 6موری دروازہ، 7بھاٹی دروازہ، 8 ٹکسالی دروازہ، 9روشنائی دروازہ، 10مستی دروازہ، 11 کشمیری دروازہ، 12خضری دروازہ اور 13 یکی دروازہ شامل ہیں۔ دہلی دروازہ اس دور میں سب سے زیادہ مصروف گزرگاہ ہوا کرتی تھی، کیونکہ اس کا منہ دہلی کی طرف تھا اسی لیے شاہی قافلے اور سواریاں اسی راستے سے لاہور میں داخل ہوا کرتی تھیں۔

اب بہت سے دروازے تجاوزات کی زد میں آکر اپنا وجود کھو چکے ہیں لیکن چند دروازے آج بھی موجود ہیں اور عظیم عہد رفتہ کی یاد دلاتے ہیں ۔ پرانے لاہور کو راستہ انہی دروازوں سے ہو کر جاتا تھا اور یہ دروازے سرشام ہی بند کر دیئے جاتے ہیں ۔ اندر تنگ گلیوں اور بازاروں والا حقیقی لاہور بستا تھا۔ آج کل اسی پرانے لاہور کو ازسرنو زندہ کرنے کی سرکاری کوششیں ہو رہی ہیں۔ ’’والڈسٹی آف لاہور اتھارٹی‘‘ کے نام کا ایک ادارہ اندرون لاہور کی صدیوں پرانی رونقیں بحال کرنے کی کوشش کر رہا ہے، ’’پرانے لاہور‘‘ کو زندہ رکھنے کی کوشش میں مصروف ہے، چار دیواری کے اندر موجود تنگ گلیوں ، پرانے قدیم طرز کے مکانوں اور حویلیوں پر مشتمل لاہور کی تزئین و آرائش ہونے کے بعد ایک میلہ سجایا گیا ہے۔جس میں قدیم لاہور کی تنگ گلیوں کی نمائش کی گئی ہے اور لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے پرانے لاہور کی قدیم شان و شوکت کو دیکھا اور انتہائی پسند کیا ہے اور اب لاہور سیاحت کے لئے جانے والوں کے لئے نئے سیاحتی مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

اورحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت کی عزت و حُرمت پر کیا جاتا ہے جو روزمرّہ کی زندگی سے لے کر سیاست کے ایوانوں تک اثر انداز ہوتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں مقامِ خلافت یا اسلامی طرزِ حکومت چونکہ مرکزی کردار کا حامل ہے، اس لئے ہمارے دین کی جان ہے۔ اس سے اسلام میں اتحاد کی امید وابستہ ہے جو مصر، غزہ اور سوڈان جیسے ممالک میں اتحاد پیدا کرسکتی ہے۔ پھر کہتا ہے کہ اسلامی طرزِ حکومت میں صرف خلافت ہی ہے جو حکمرانوں پر کڑی نظر رکھ سکتی ہے۔ جہاں وہ حکمران منتخب کئے جاتے ہیں جو ریاست کو جواب دِہ ہوتے ہیں۔ آزاد عدلیہ اور میڈیا کا نظام ہوتا ہے۔ جہاں عورت کو ماں، بیوی اور بہن کا مقامِ بلند دلایا جاتا ہے۔ جہاں کسی گورے کو کالے پر فوقیت نہیں ہوتی۔ جہاں بِلا امتیاز مذہب و ملّت امیر اور غریب کے لئے ایک ہی قانون ہوتا ہے۔ جہاں ریاست عوام کے لئے روٹی، کپڑا اور مکان مہیا کرتی ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس پر چل کر اُمّت ایک بار پھر اسلام کی اخلاقی اور روحانی قدروں کا نور دنیا میں پھیلا سکتی ہے۔

پھر اُس نے مسلمانوں کو اس بات پر اُبھارنے کی کوشش کی ہے کہ اسلامی نظام کے حق میں پروپیگنڈہ کریں اور اس کے برخلاف جو دنیاوی نظام ہے، اُس کے خلاف آواز اُٹھائیں۔ خلافت کے قیام کی کوشش کریں کیونکہ اس کے بغیر مسلم اُمہ میں اور دنیا میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔

تو یہ اُس کی باتوں کا خلاصہ ہے۔مسلمانوں کو ایک کرنے کے لئے، انصاف قائم کرنے کے لئے، دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے یقیناً نظامِ خلافت ہی ہے جو صحیح رہنمائی کرسکتا ہے۔حکمرانوں اور عوام کے حقوق کی نشاندہی اور اس پر عمل کروانے کی طرف توجہ یقیناً خلافت کے ذریعے ہی مؤثر طور پر دلوائی جاسکتی ہے۔ یہ لکھنے والے نے بالکل صحیح لکھا ہے لیکن جو سوچ اس کے پیچھے ہے وہ غلط ہے۔ جو طریق انہوں نے بتایا ہے کہ عوام اٹھ کھڑے ہو جائیں اور نظامِ خلافت کا قیام کر دیں، یہ بالکل غلط ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نظامِ خلافت سے وابستگی سے ہی اب مسلم اُمہ کی بقا ہے۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا اس تنظیم نے مسلمانوں کی حیثیت منوانے اور اُن کو صحیح راستے پر چلانے کے لئے بہت صحیح حل بتایا ہے لیکن اس کا حصول عوام اور انسانوں کی کوششوں سے نہیں ہوسکتا۔ کیا خلافتِ راشدہ انسانی کوششوں سے قائم ہوئی تھی۔ باوجود انتہائی خوف اور بے بسی کے حالات کے اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دل پر تصرف کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے کھڑا کر دیا تھا۔ پس خلافت خدا تعالیٰ کی عنایت ہے۔مومنین کے لئے ایک انعام ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کچھ عرصہ تک خلافتِ راشدہ کے قائم ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ اور اس کے بعد ہر آنے والا اگلا دور ظلم کا دور ہی بیان فرمایا تھا۔ پھر ایک امید کی کرن دکھائی جو قرآنی پیشگوئی وَآخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ (الجمعۃ:4) میں نظر آتی ہے اور اس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح و مہدی کے ظہور سے فرمائی جو غیر عرب اور فارسی الاصل ہو گا۔جس کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور مُہر کے تحت غیر تشریعی نبوت کا مقام ہو گا۔ پس اگر مسلمانوں نے خلافت کے قیام کی کوشش کرنی ہے تو اِس رہنما اصول کو سامنے رکھتے ہوئے کریں۔ ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر وہ اس کو اُٹھا لے گا اور خلافت علی منہاج النبوت قائم ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اُٹھا لے گا۔ پھر اُس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہو گی جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے۔ جب یہ دَور ختم ہو گا تو اس کی دوسری تقدیر کے مطابق اُس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہو گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم وستم کے دَور کو ختم کر دے گا۔ اُس کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گی۔ یہ فرما کر آپ خاموش ہو گئے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد نمبر 6 صفحہ 285 مسند النعمان بن بشیر حدیث 18596 عالم الکتب بیروت 1998)

پس خلافت کے لئے اللہ تعالیٰ کے رحم نے جوش مارنا تھا نہ کہ حکومتوں کے خلاف مسلمانوں کے پُر جوش احتجاج سے خلافت قائم ہونی تھی۔ کیا ہر ملک میں خلافت قائم کریں گے؟ اگر کریں گے تو کس ایک فرقے کے ہاتھ پر تمام مسلمان اکٹھے ہوں گے۔ نماز میں امامت تو ہر ایک فرقہ دوسرے کی قبول نہیں کرتا۔

پس اس کا ایک ہی حل ہے کہ پہلے مسیح موعودؑ کو مانیں اور پھر آپ علیہ السلام کے بعد آپؑ کی جاری خلافت کو مانیں۔ یہ وہ خلافت ہے جو شدت پسندوں کا جواب شدّت پسندی کے رویّے دکھا کر قائم نہیں ہوئی۔ مسلم اُمہ کے دو گروہوں کے درمیان گولیاں چلانے اور قتل و غارت کرنے سے حاصل نہیں ہوئی بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے رحم کو جوش دلانے سے قائم ہونے والی خلافت ہے۔ اور جو خلافت اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کی عنایت سے ملے گی تو وہ نہ صرف مسلم اُمّہ کے لئے محبت پیار کی ضمانت ہو گی بلکہ کُل دنیا کے لئے امن کی ضمانت ہو گی۔حکومتوں کو اُن کے انصاف اور ایمانداری کی طرف توجہ دلائے گی۔عوام کو ایمانداری اور محنت سے فرائض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائے گی۔

پس جماعتِ احمدیہ تو ہمیشہ کی طرح آج بھی اس تمام فساد کا جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے ایک ہی حل پیش کرتی ہے کہ خیرِ اُمّت بننے کے لئے ایک ہاتھ پر جمع ہو کر، دنیا کے دل سے خوف دور کر کے اُس کے لئے امن، پیار اور محبت کی ضمانت بن جاؤ۔ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے بن جاؤ۔ اس یقین پر قائم ہو جاؤ کہ خدا تعالیٰ اب بھی جسے چاہے کلیم بنا سکتا ہے تا کہ خیرِ اُمّت کا مقام ہمیشہ اپنی شان دکھاتا رہے۔ یہ سب کچھ زمانے کے امام سے جُڑنے سے ہو گا۔ اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے مسلمانوں کی حالت بھی سنورے گی۔

(خطبہ جمعہ 25/ فروری 2011ء)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

مہیا فرمائے ہیں ان کو دیکھنا ہو گا۔ ان کی طرف رجوع کریں، ان کو پڑھیں کیونکہ آپؑ نے ہمیں ہماری سوچوں کے لئے راستے دکھا دیئے ہیں۔ ان پر چل کر ہم دینی علم میں اور قرآن کے علم میں ترقی کر سکتے ہیں اور پھر اسی قرآنی علم سے دنیاوی علم اور تحقیق کے بھی راستے کھل جاتے ہیں۔ اس لئے جماعت کے اندر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کا شوق اور اس سے فائدہ اٹھانے کا شوق نوجوانوں میں بھی اپنی دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہونا چاہئے۔ بلکہ جو تحقیق کرنے والے ہیں، بہت سارے طالب علم مختلف موضوعات پر ریسرچ کر رہے ہوتے ہیں، وہ جب اپنے دنیاوی علم کو اس دینی علم اور قرآن کریم کے علم کے ساتھ ملائیں گے تو نئے راستے بھی متعین ہوں گے، ان کو مختلف نہج پر کام کرنے کے مواقع بھی میسر آئیں گے جو اُن کے دنیادار پروفیسر ان کو شاید نہ سکھا سکیں۔ اسی طرح جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ بڑی عمر کے لوگوں کو بھی یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ عمر بڑی ہو گئی اب ہم علم حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کو بھی اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھیں اس بارے میں پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں یہ سوچ کر نہ بیٹھ جائیں کہ اب ہمیں کس طرح علم حاصل ہوسکتا ہے۔ اب ہم کس طرح اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔حضرت مصلح موعودؓ نے تو لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا جو سکھائی گئی، جب یہ آیت اتری آپؐ کی عمر پچپن، چھپّن سال تھی۔ تو کہتے ہیں کہ یہ اس لئے ہے کہ مومنوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے کہ ہمارے لئے بھی ہے۔ کسی بھی عمر میں علم حاصل کرنے سے غافل نہیں ہونا چاہئے اور مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 جون 2004)

طلوع وغروب آفتاب

06اپریل2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:52	18:37
مدینہ منورہ	04:49	18:40
قادیان	04:48	18:51
ربوہ	04:27	18:31
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:58	19:45